محمد وسیم اختر مفتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۲)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مسجد نبوی کی تعمیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر ہجرت میں مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اکابر صحابہ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت علی مٹی، روڑے ڈھونے کے ساتھ یہ رجز پڑھتے جاتے:

لا يستوي من يعمر المساجدا يدأب فيه قائمًا و قاعدا

ومن عن الغبار حائدا

''وہ ایمان والا جو مسجدیں تعمیر کرتا اور قیام و قعود کرتے ہوئے مسجد میں وقت گزارتا ہے اور وہ مسلمان جو گرد و غبار سے بچ بچ کر رہتا ہے، برابر اور ہم پلہ نہیں ہو سکتے۔''

حضرت عثمان بن عفان (دوسری روایت: حضرت عثمان بن مظعون) نے سمجھ لیا کہ حضرت علی ان پر طنز کر رہے ہیں، حالاں کہ یہ فخریہ اشعار تعمیر کے کام میں چستی اور مسابقت کی فضا پیدا کرنے کے لیے پڑھے گئے۔ ابن ہشام کہتے ہیں: یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ رزمیہ ابیات حضرت علی کے اپنے تھے یا کسی اور کے کہے ہوئے تھے۔ حضرت عمار بن یاسر بھی انھیں گنگناتے رہے۔

مواخات

مدینہ تشریف آوری کے پانچ ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک کے گھر تشریف لے

گئے اور انصار و مہاجرین کو جمع کر کے فرمایا: اللہ کی خاطر دو دو کر کے آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ آپ نے کل پینتالیس مہاجرین کو اتنے ہی انصار کا بھائی بند قرار دیا۔ یہ مواخات یا بھائی چارہ محدود نہ تھا، مدنی زندگی کے ابتدائی دو سال میں یہ دینی بھائی ایک دوسرے کی وراثت بھی پاتے رہے۔ آپ نے حضرت علی کی مواخات حضرت سہل بن حنیف انصاری سے قائم فرمائی۔ یہ روایت کہ اس موقع پر آپ نے حضرت علی کا ہاتھ تھام کر کہا: یہ میرا بھائی ہے، درست نہیں۔ ابن کثیر کہتے ہیں: اس مضمون کی تمام روایات ضعیف السند ہیں۔ اصل میں مہاجرین کے مابین بھائی چارہ مکہ میں قرار پایا تھا۔ تب آپ نے اپنے آپ کو اور حضرت علی کو، حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کو، حضرت ابو بکر و حضرت عمر کو، حضرت عثمان اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو اور حضرت زبیر بن عوام اور حضرت عبداللہ بن مسعود کو بھائی بھائی قرار دیا تھا۔ کچھ اہل تاریخ کا کہنا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین و انصار میں موافقت پیدا کرنے کے لیے مواخات قائم فرمائی، اس لیے ایک مہاجر کی دوسرے مہاجر سے مواخات کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ آپ کا علی کو اپنا بھائی قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ وہ بچپن سے اپنے والد ابو طالب کی زندگی ہی میں آپ کے زیر سایہ اور زیر کفالت رہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اذان کی ابتدا

ہجرت کے پہلے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل ایمان کو نماز کے لیے مسجد میں بلانے کا طریقہ وضع کرنے کے لیے صحابہ سے مشورہ کیا تو حضرت عبداللہ بن زید انصاری اور حضرت عمر بن خطاب نے اپنے اپنے خواب سنائے۔ انھیں اللہ کی طرف سے اذان کے کلمات تلقین کیے گئے تھے۔ اس ضمن میں سہیلی نے حضرت علی سے ایک روایت نقل کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کے موقع پر حضرات انبیا کی نماز کی امامت فرمائی تو ایک فرشتے نے پردے سے نکل کر انھی کلمات میں اذان کہی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کر دیا (السیرۃ النبویۃ، ابن کثیر ۲/۷ ۳۳)۔ ابن کثیر نے اس روایت کو منکر قرار دیا اور اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ بات درست ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے مشورہ کرنے کے بجائے سیدھا وہی اذان کہنے کا حکم صادر فرماتے۔

سلسلۂ غزوات و سرایا

'اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ. الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ'، ''جن کے خلاف جنگ برپا کی گئی، انھیں لڑنے

کی اجازت دے دی گئی ہے بوجہ اس کے ان پر ظلم کیا گیا۔ یقیناً اللہ ان کی مدد کرنے پر پوری طرح قادر ہے جو ناحق، محض اس قصور پر اپنے گھروں سے نکالے گئے کہ وہ کہتے تھے، اللہ ہی ہمارا رب ہے'' (الحج ۲۲: ۳۹۔ ۴۰)۔ یہ اللہ کا پہلا اصولی حکم تھا جو قتال کے بارے میں رجب یا شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔ اس باب کا اگلا حکم صریح تھا: 'وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا'، ''اور اللہ کی راہ میں قتال کرو ان لوگوں سے جنھوں نے تم سے جنگ کی مگر تم زیادتی نہ کرنا'' (البقرہ ۲: ۱۹۰)۔ چنانچہ غزوات و سرایا کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت علی غزوۂ تبوک کے علاوہ ہر جنگ میں اور ہر اہم موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

غزوۂ ذوالعشیرہ

جمادی الاولیٰ ۲ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شام کو جانے والے قریش کے ایک قافلے کا تعاقب کرنے کے لیے مکہ کے راستے پر واقع قصبہ ذوالعُشیرہ تک گئے۔ حضرت حمزہ نے آپ کا علم تھام رکھا تھا، حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر بھی ساتھ تھے۔ ایک ماہ کے قیام کے دوران میں آپ نے بنو مدلج اور بنو ضمرہ سے صلح کے معاہدے کیے۔ ایک قول کے مطابق اسی غزوہ میں آپ نے ان کو ابو تراب کا لقب عنایت کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت علی اور حضرت عمار بن یاسر نے بنو مدلج کے لوگوں کو کھجوروں کے باغ میں کام کرتے دیکھا تو آپ سے اجازت لے کر انھیں دیکھنے گئے۔ پھرتے پھراتے انھیں نیند محسوس ہوئی تو ایک کھجور کے نیچے مٹی پر لیٹ گئے۔ دونوں سوئے پڑے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر جگایا۔ آپ نے حضرت علی کا جسم ہلا کر فرمایا: اٹھو، ابو تراب، میں تمھیں بدبخت ترین انسان کا نام بتاؤں، قوم ثمود کا احیمر جس نے شعیب علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں (السنن الکبریٰ نسائی، رقم ۸۴۸۵۔ مسند احمد، رقم ۱۸۳۲۱۔ مستدرک حاکم، رقم ۴۶۷۹)۔ دوسری روایت میں اس لقب کی وجہ تسمیہ مختلف بتائی گئی ہے۔ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علی کو نہ پایا۔ آپ نے پوچھا: تمھارا چچیرا کہاں ہے؟ حضرت فاطمہ نے جواب دیا: میرے اور ان کے بیچ کچھ جھگڑا ہوا تو وہ غصہ کر کے باہر نکل گئے ہیں اور گھر میں نہیں سوئے۔ آپ نے ایک آدمی کو بھیجا اور فرمایا: جاؤ، دیکھو، علی کہاں ہیں۔ اس نے آ کر بتایا: یا رسول اللہ، وہ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آپ گئے تو حضرت علی پہلو کے بل لیٹے تھے، ایک طرف سے چادر ہٹی ہوئی تھی اور جسم پر مٹی لگی تھی۔ آپ مٹی پونچھتے جا رہے تھے اور فرماتے جا رہے تھے: اٹھو، ابو تراب، اٹھو، ابو تراب،

(او مٹی والے) (بخاری، رقم ۴۴۱۔ مسلم، رقم ۶۳۰۸)۔ حضرت سہل بن سعد ساعدی منبر پر بیٹھ کر حضرت علی کو ابوتراب کے نام سے پکارتے، مدینہ کے ایک گورنر نے سمجھا کہ وہ انھیں برا بھلا کہتے ہیں۔اسے بتایا گیا: یہ لقب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔

کرز بن جابر کا تعاقب

ربیع الاول ۲ھ میں کرز بن جابر مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے کئی مویشیوں کو ہانک کر لے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرما کر کے اس کے تعاقب میں نکلے۔ حضرت علی آپ کا علم اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ بدر تک گئے لیکن کرز نہ مل پایا تو لوٹ آئے۔ اسے پہلا غزوۂ بدر کہا جاتا ہے۔

غزوۂ بدر

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اواخر جمادی الثانی ۲ھ (جنوری ۶۲۴ء) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی سر گرمیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عبداللہ بن جحش کی سربراہی میں نو مہاجرین کا ایک سریہ روانہ کیا۔ نخلہ کے مقام پر ان کا سامنا قریش کے چار رکنی قافلے پر ہوا جو کشمش، کھالیں اور دوسرا سامان تجارت شام سے لے کر مکہ لوٹ رہا تھا۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کر کے ایک حرام مہینے میں ان پر حملے کا فیصلہ کیا۔ حضرت واقد بن عبداللہ نے تیر مار کر قافلے کے سردار عمرو بن حضرمی کو قتل کر دیا اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو قید کر لیا۔ نوفل بن عبداللہ فرار ہو گیا۔ ابن حضرمی تاریخ اسلامی کا پہلا قتیل اور اسیر بنائے جانے والے عثمان اور حکم پہلے اسیر تھے۔ یہ قریش کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ قریش پہلے ہی مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیے ہوئے تھے،اس واقعہ سے اور زیادہ مشتعل ہو گئے۔ ادھر مکہ میں یہ خبر پہنچی کہ مسلمانان مدینہ قریش کے اس کارواں کو لوٹنے آ رہے ہیں جو ابوسفیان کی سربراہی میں مدینہ کے پاس سے گزرنے والا ہے۔ یہ سب باتیں قریش کی اس جنگی مہم جوئی کا باعث بنیں جس کے نتیجے میں ۱۷/ رمضان ۲ھ (۱۳/ مارچ ۶۲۴ء) کو بدر کے میدان میں کفر و اسلام کا فیصلہ کن معرکہ ہوا۔

حضرت علی کی عمر اس وقت پچیس برس تھی۔ ۳/ رمضان کو تین سو سے زائد مسلمان مدینہ سے چلے تو ان کے پاس محض ستر اونٹ تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: اس روز ہم میں مقداد بن اسود کے علاوہ کوئی گھڑ سوار نہ

تھا (نسائی، رقم ۸۲۳۔ مسند احمد، رقم ۱۰۲۳۔ مسند ابویعلیٰ ۲۸۰)۔ حضرت علی ہی سے مروی دوسری روایت ہے، (قریش کے سو گھوڑوں کے مقابلہ میں) ہماری فوج میں دو ہی گھوڑے تھے، زبیر کا اور مقداد بن اسود کا (دلائل النبوہ، بیہقی ۳/ ۳۹)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی اور حضرت ابولبابہ باری باری ایک اونٹ پر سوار ہوتے رہے، لیکن جب روحا کے مقام پر پہنچ کر آپ نے حضرت ابولبابہ کو مدینہ کا عامل مقرر کر کے واپس بھیج دیا تو حضرت مرثد بن ابومرثد آپ کے شریک سفر بن گئے۔ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید علم حضرت مصعب بن عمیر کے پاس تھا، جب کہ آپ کے دو سیاہ پرچموں میں سے عقاب نامی ایک پرچم حضرت علی نے اور دوسرا انصاری صحابی حضرت سعد بن معاذ نے تھام رکھا تھا۔ بدر پہنچ کر آپ نے کنووں کے قریب قیام فرمایا، رات ہوئی تو میدان جنگ کا جائزہ لینے کے لیے حضرت علی، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص کو بھیجا۔ انھوں نے قریش کے دو غلاموں اسلم اور عریض کو پانی بھرتے دیکھا تو پکڑ کر آپ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے ان سے دریافت کیا کہ قریش کہاں ٹھیرے ہیں؟ تو انھوں نے بتایا: ریت کے اس ٹیلے کے پیچھے جو وادی کے دوسرے کنارے پر نظر آ رہا ہے۔ پھر سوال فرمایا: کل کتنے لوگ ہیں؟ کہا: بہت ہیں اور ان کی جنگی تیاری زبردست ہے۔ آپ نے گنتی پوچھی تو انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ تب آپ نے پوچھا: وہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟ جواب ملا: نو یا دس روزانہ۔ آپ نے فرمایا: اس کا مطلب ہے کہ ان کی تعداد نو سو سے ہزار تک ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

حضرت علی فرماتے ہیں: غزوۂ بدر کی رات پھوار پڑی۔ ہم درختوں اور اپنی ڈھالوں کے سائے میں ہو گئے پھر سب کو نیند نے آن لیا، جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مصروف قیام رہے۔ آپ نے نوافل پڑھتے اور دعا کرتے رات بسر کی۔ آپ نے رب کے حضور التجا کی کہ اے اللہ، اگر یہ جمعیت ہلاک ہو گئی تو اس زمین میں تیری بندگی نہ ہو گی (ترمذی، رقم ۳۰۸۱۔ مسند احمد، رقم ۹۴۸۔ السنن الکبریٰ نسائی، رقم ۸۵۷۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۸۴۳۷۔ مسند بزار، رقم ۷۱۹)۔ قرآن مجید میں اس کا بیان یوں ہے: 'اِذۡ یُغَشِّیۡکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنۡہُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیۡکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَہِّرَکُمۡ بِہٖ وَ یُذۡہِبَ عَنۡکُمۡ رِجۡزَ الشَّیۡطٰنِ وَ لِیَرۡبِطَ عَلٰی قُلُوۡبِکُمۡ وَ یُثَبِّتَ بِہِ الۡاَقۡدَامَ'، ''یاد کرو اس وقت کو جب اللہ اپنی طرف سے غنودگی کی شکل میں تم پر اطمینان کی کیفیت طاری کر رہا تھا اور آسمان سے تم پر پانی برسا رہا تھا تاکہ تمھیں پاک کرے اور تم سے شیطان کے وسوسے کو دفع کرے، تمھارے دلوں کو ہمت دے اور اس کے ذریعے تمھارے قدم جمائے'' (الانفال ۸: ۱۱)۔

میدان جنگ میں حضرت علی نے مہاجرین کا پرچم اٹھایا، جب کہ حضرت سعد بن عبادہ نے انصار کا پرچم تھاما۔آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے کہا: مشرکوں کی فوج کے قریب کھڑے حمزہ سے پوچھو، کون ہے جو سرخ اونٹ پر پھر رہا ہے ؟انھوں نے بتایا: یہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو اپنی فوج کو جنگ سے باز رہنے کی اپیل کر رہا ہے۔ابوجہل نے صلح کی بات کرنے پر طعن و تشنیع کی تو عتبہ ،اس کا بھائی شیبہ بن ربیعہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ مبارزت (duel) کے لیے نکلے۔ انصار میں سے حضرت عوف بن عفرا، حضرت معوذ بن عفرا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ ان کا سامنا کرنے آئے تو عتبہ نے کہا: ہمیں اپنے چچیروں بنوعبدالمطلب سے مقابلہ کرنا ہے۔ابن سعد نے حضرت ابن رواحہ کے بجاے حضرت معاذ بن عفرا کا نام لیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پسند نہ کیا کہ قریش کی پہلی ٹکر انصار سے ہو۔ آپ پکارے : اے بنی ہاشم ،اٹھ کر مقابلہ کرو؛اٹھو، حمزہ؛ اٹھو،عبیدہ بن حارث ؛اٹھو، علی ،تینوں نکل کر آئے تو عتبہ نے ان کے نام پوچھے، کیونکہ جنگی لباس پہننے کی وجہ سے وہ پہچانے نہ جاتے تھے۔ حضرت حمزہ نے کہا: میں شیر خدا اور شیر رسول حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ حضرت علی نے کہا: میں بندۂ خدا اور برادر رسول علی بن ابوطالب ہوں۔ حضرت عبیدہ نے کہا: میں حلیف رسول عبیدہ بن حارث ہوں۔ عتبہ بولا :اب برابر کے، صاحب شرف لوگوں سے جوڑ پڑا ہے۔ اولاً اس نے اپنے بیٹے ولید کو بھیجا، حضرت علی اس کے مقابلے پر آئے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر تلوار سے وار کیا۔ ولید کا وار خالی گیا، جب کہ حضرت علی نے ایک ہی ضرب میں اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر عتبہ خود آگے بڑھا اور حضرت حمزہ اس کا سامنا کرنے نکلے۔ ان دونوں میں بھی دو ضربوں کا تبادلہ ہوا اور عتبہ جہنم رسید ہوا۔اب شیبہ کی باری تھی، حضرت عبیدہ بن حارث سے اس کا دوبدو مقابلہ ہوا، دونوں نے ایک دوسرے پر کاری ضربیں لگائیں۔ حضرت عبیدہ کی پنڈلی پر تلوار لگی اور ان کا پاؤں کٹ گیا۔ جنگی روایت کے مطابق حضرت حمزہ اور حضرت علی فاتح ہونے کی وجہ سے اپنے ساتھی کی مدد کر سکتے تھے۔ دونوں پلٹ کر شیبہ پر پل پڑے، اسے جہنم رسید کیا اور زخمی حضرت عبیدہ کو اس حال میں اٹھا کر لے آئے کہ ان کی ٹانگ کی نلی سے گودا بہ رہا تھا۔ان کی شہادت اسی زخم سے ہوئی (مسند احمد، رقم ۹۴۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ ، رقم ۳۷۸۳۴۔ السنن الکبریٰ، بیہقی، رقم ۷۶۱۱۔ طبری، ابن اثیر)۔

ابن اسحاق ، طبری ،ابن اثیر اور ابن کثیر نے بیان کیا ہے کہ حضرت حمزہ کا روبرو مقابلہ شیبہ سے ہوا اور انھوں ہی نے شیبہ کو جہنم رسید کیا۔اس طرح عتبہ اور حضرت عبیدہ میں دوبدو جنگ ہوئی جس میں دونوں زخمی ہوئے۔ پھر حضرت علی اور حضرت حمزہ نے مل کر عتبہ کو انجام تک پہنچایا۔ابن سعد کی روایت اس کے برعکس

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہے،ان کا کہنا ہے کہ روبرو مقابلے کے بعد حضرت حمزہ نے عتبہ کو قتل کیا، جب کہ شیبہ نے حضرت عبیدہ کا سامنا کیا۔ خلاف اکثریت ہونے کے باوجود اس روایت کو ترجیح دینا پڑتی ہے، کیونکہ یہ حقائق سے زیادہ موافقت رکھتی ہے۔ابوسفیان کی بیوی ہند بنت عتبہ نے حضرت حمزہ سے بدلہ لینے کی قسم اس لیے کھائی تھی، کہ اس کا باپ انھی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ چنانچہ اگلے برس جنگ احد ہوئی اور حضرت حمزہ حبشی غلام وحشی کا نیزہ لگنے کے بعد شہید ہوئے تو اسی انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے ہند نے ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ چبایا اور پھر اگل دیا۔ سنن ابوداؤد کی روایت ۲۶۶۵ میں ایک تیسری ترتیب مذکور ہوئی ہے۔ حضرت علی خود روایت کرتے ہیں: ''حمزہ عتبہ کی طرف بڑھے اور میں (علی) نے شیبہ کا سامنا کیا۔عبیدہ اور ولید میں دو ضربوں کا تبادلہ ہوا، دونوں نے ایک دوسرے کو شدید زخمی کر کے گرا دیا۔ پھر حمزہ نے اور میں نے ولید کو قتل کیا اور عبیدہ کو اٹھا لائے۔'' مسند احمد، مسند علی بن ابی طالب (حدیث نمبر ۹۴۸) میں حضرت علی کے الفاظ میں جنگ بدر کی تفصیل بیان ہوئی ہے، تاہم مبارزت کے ضمن میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

حضرت سعد بن ابی وقاص بیان کرتے ہیں: غزوۂ فرقان کے دن میں نے علی کو دیکھا کہ وہ مشرکوں کے سروں پر تلوار لہراتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے:

سنحنح اللیل کأني جني

''میں (دشمنوں سے نمٹنے کے لیے) راتوں کو بھی بیدار رہتا ہوں گویا میں جن ہوں۔''

چنانچہ اس روز حضرت علی نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ مل کر ابوسفیان کے ایک بیٹے حنظلہ کو قتل کیا اور دوسرے بیٹے عمرو کو قید کر لیا۔ عمرو بن ابوسفیان عقبہ بن ابو معیط کا نواسہ تھا۔ طعیمہ بن عدی، عامر بن عبداللہ اور شیطان قریش نوفل بن خویلد بھی حضرت علی کے ہاتھوں جہنم واصل ہوئے۔ایک روایت کے مطابق زمعہ بن اسود کو حضرت علی اور حضرت حمزہ نے مل کر انجام تک پہنچایا۔ دیگر روایات کے مطابق عمیر بن عثمان، حرملہ بن عمرو، مسعود بن ابوامیہ، ابو قیس بن فاکہ، عبداللہ بن منذر، عاص بن منبہ، ابوالعاص قیس اور معاویہ بن عامر بھی حضرت علی کا شکار بنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ میں بھرپور شرکت فرمائی۔ حضرت علی کہتے ہیں: آپ ہم سے زیادہ دشمن کی صفوں کے قریب تھے، حتیٰ کہ ہم آپ کی اوٹ میں ہو جاتے تھے (مسند احمد، رقم ۶۵۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۸۲۱)۔ایک دفعہ حضرت علی کے ساتھیوں نے کہا: آپ سب سے بڑے بہادر ہیں۔ فرمایا: ابوبکر

سب سے بڑھ کر دلیر ہیں، جنگ بدر میں انھوں نے بڑی دلیری کا مظاہرہ کیا، تن تنہا تلوار سونت کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے رہے۔ جو آپ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا، اس پر کود پڑتے۔

حضرت علی نے ایک بار خطبہ دیتے ہوئے بتایا: میں بدر کے کنویں سے پانی نکال رہا تھا کہ تیز ہوا چلی، میں نے ایسی ہوا کبھی نہ دیکھی تھی۔ پھر دوبارہ شدید ہوا کی آمد ہوئی۔ تیسری بار بھی ایسا ہوا۔ پہلی بار حضرت جبرئیل ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ وارد ہوئے۔ دوسری دفعہ حضرت میکائیل ایک ہزار فرشتوں کے جلو میں اترے۔ تیسری بار حضرت اسرائیل کی اپنے ایک ہزار ساتھی ملائکہ کے ساتھ آمد ہوئی (مسند ابویعلیٰ، رقم ۴۸۹)۔ حضرت علی ہی سے دوسری روایت ہے، غزوۂ بدر میں حضرت جبرئیل ایک ہزار (دوسری روایت: پانسو) فرشتوں کے جلو میں لشکر کے میمنہ میں اترے، جب کہ حضرت میکائیل نے ایک ہزار (یا پانسو) فرشتوں کی معیت میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف رہ کر جنگ میں حصہ لیا۔ ابوبکر میمنہ میں اور میں میسرہ میں تھا۔ قرآن مجید کی نص سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی آمد آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں ہوئی: 'اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ'، ''جب آپ اپنے رب سے مدد کی التجا کر رہے تھے تو اس نے آپ کی پکار کا جواب دیا کہ میں تمھاری مدد کے لیے ایک ہزار فرشتوں کے پرے کے پرے بھیج رہا ہوں'' (الانفال ۸: ۹)۔ حضرت علی نے وضاحت کی، جنگ بدر کے دن فرشتوں کی علامت سفید عمامے تھے جن کے سرے انھوں نے اپنی کمروں پر لٹکا رکھے تھے، حضرت جبرئیل نے زرد رنگ کا عمامہ لے رکھا تھا۔ فرماتے ہیں: میں نے کچھ دیر قتال کیا، پھر بھاگتا ہوا دیکھنے آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کر رہے ہیں؟ آپ سجدہ ریز تھے۔ میں کچھ وقت جنگ میں شامل ہو کر پھر آپ کو دیکھنے آیا تو بھی آپ سجدے میں پڑے تھے۔ تیسری دفعہ آیا تب بھی آپ سجدے میں گرے یا حی، یا قیوم کا ورد کر رہے تھے۔ آپ اسی طرح دعا فرماتے رہے، حتیٰ کہ اللہ نے فتح عطا کر دی (مستدرک حاکم، رقم ۸۰۹)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سدی کی روایت ہے کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: مجھے زمین سے کچھ کنکریاں اٹھا کر دو۔ حضرت علی نے خاک آلود کنکر آپ کو پکڑائے تو آپ نے مشرکوں کو دے مارے۔ ہر مشرک کی آنکھوں میں کچھ نہ کچھ خاک جا پڑی۔ اس کے بعد مسلمانوں نے زوردار حملہ کیا اور کٹے کافروں کو مارنے اور قید کرنے لگ گئے۔ قرآن مجید کی یہ آیت اسی طرف اشارہ کر رہی ہے: 'وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى'، ''وہ مٹھی بھر خاک جب آپ نے پھینکی تو اس کا پھینکنا آپ کا نہ تھا، بلکہ اللہ نے اسے

پھینکا تھا‘‘(الانفال ۸: ۱۷)۔

میدان بدر سے واپسی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم صفرا کے مقام پر پہنچے تو حضرت علی کو حکم دیا کہ نضر بن حارث کو قتل کر دو۔ جب آپ عرق ظبیہ تک آئے تو آپ کے ارشاد پر حضرت عاصم بن ثابت نے عقبہ بن ابو معیط کو جہنم رسید کیا۔ زہری کہتے ہیں: اسے بھی حضرت علی نے انجام تک پہنچایا۔ غزوۂ فرقان میں قید ہونے والے یہ دونوں مشرک مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذائیں دیتے رہے تھے۔

جنگ بدر میں ستر مشرک مارے گئے اور اتنے ہی قید ہوئے۔ مکرز بن حفص سُہیل بن عمرو کا فدیہ دینے آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر، حضرت علی اور حضرت عمر سے مشورہ کیا کہ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟ حضرت ابو بکر نے کہا: یہ ہمارے اپنے خاندانوں کے ہیں، کچھ بھائی اور کچھ چچیرے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ فدیہ لے کر انھیں چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح ہمیں کچھ قوت حاصل ہو گی اور یہ امید بھی رہے گی کہ اللہ انھیں راہ یاب کرے تو ہمارے دست و بازو بن جائیں۔ حضرت عمر نے کہا: میں ابو بکر والا مشورہ نہ دوں گا۔ میرا خیال ہے کہ فلاں شخص کو میرے سپرد کیا جائے، حمزہ کا بھائی ان کے حوالے کیا جائے اور عقیل علی کو دیا جائے اور ہم سب اپنے اپنے ہاتھوں سے ان کی گردنیں اڑا دیں۔ اس سے پہلے حضرت علی آپ کے حکم سے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابو معیط کو قتل کر چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو بکر کی رائے پسند آئی اور آپ نے اسی پر عمل کیا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت وعید نازل ہوئی (مسلم، رقم ۴۶۱۰۔ مسند احمد، رقم ۲۰۸۔ مصنف ابن ابی شیبہ، رقم ۳۷۸۳۹۔ مسند بزار، رقم ۱۹۶)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بن عبد المطلب اور حضرت علی کے سگے بھائی عقیل نے مشرکین مکہ کی طرف سے جنگ بدر میں حصہ لیا، شکست کے بعد دونوں مسلمانوں کی قید میں آ گئے۔ عباس نے اپنا اور اپنے بھتیجوں عقیل بن ابو طالب اور نوفل بن حارث کا فدیہ دیا تو یہ تینوں رہا ہوئے۔ حضرت علی کو اپنے چچا اور سگے بھائی سے حاصل ہونے والی غنیمت میں سے حصہ ملا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح کی 'کتاب العتق' میں یہ نکتہ اٹھایا ہے کہ حضرت علی کے چچا اور ان کے سگے بھائی ان کی ملکیت میں آنے کے باوجود آزاد نہ ہوئے۔ اسی سے امام شافعی نے یہ فقہی مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ والدین اور اولاد تو ملک یمین میں آنے کے بعد آزاد ہو جاتے ہیں، لیکن بھائی نہیں ہوتے۔ احناف کہتے ہیں: حقیقی بہن بھائیوں اور ماں باپ کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ وہ اپنے اس مسلک کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ’’جس شخص کو اپنے

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

ذو رحم محرم پر (جنگ میں یا کسی اور وجہ سے) حق ملکیت حاصل ہو جائے تو وہ محرم (غلامی کی قید سے) آزاد ہو جاتا ہے'' (ابوداؤد، رقم ۳۹۴۹۔ ترمذی، رقم ۱۳۶۵۔ ابن ماجہ، رقم ۲۵۲۴۔ مسند احمد، رقم ۲۰۱۶۷)۔ امام بخاری اس روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔ شاید ان کا خیال ہے کہ اگر بھائی اور باپ مشرک ہوں تو انھیں آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ اصل بات یہ ہے کہ جنگی قیدی ایک فرد کے نہیں، بلکہ پوری قوم کے مملوک ہوتے ہیں۔

ذوالفقار نامی تلوار منبہ بن حجاج یا اس کے بیٹے عاص بن منبہ کی تھی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تو آپ نے حضرت علی کو عطا کر دی۔ ایک روایت کے مطابق یہ خوات بن جبیر کی تھی جو بدر کے میدان میں چوٹ لگنے سے زخمی ہو گئے تھے۔

حضرت علی نے جنگ بدر کے بارے میں کچھ اشعار بھی کہے، ان میں سے دو نقل کیے جا رہے ہیں:

ألم تر أن الله أبلى رسوله بلاء ... عزيز ذي اقتدار و ذي فضل

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے اپنے رسول کو ایسی آزمایش میں ڈالا جس سے ایک زبردست، صاحب اقتدار و صاحب فضیلت ہی گزر سکتا ہے۔''

بما أنزل الكفار دار مذلة ... فلاقوا هوانًا من إسارٍ و قتل

''ایسے غزوۂ فرقان کے ذریعے سے جس نے کفار کو مسکن ذلت میں گرا دیا تو وہ قتل اور قید ہو کر انجام رسوائی کو پہنچے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مطالعۂ مزید: السیرۃ النبویۃ (ابن ہشام)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دارالارقم)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب (ابن عبدالبر)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، سیرت النبی (شبلی نعمانی)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)، رسول رحمت (ابوالکلام آزاد)، قصص النبیین (ابوالحسن علی ندوی)، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ (البانی)، اسمی المطالب فی سیرۃ علی بن ابی طالب (علی محمد صلابی)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: مرتضیٰ حسین فاضل)، سیرت علی المرتضیٰ (محمد نافع)۔

[باقی]